مولانا عبید اللہ سندھی کا تفرد
(مسئلہ تبلیغ میں)

محمود حسن
ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی

ABSTRACT:

Maulana Ubaidullah Sindhi was a great intellectual and revolutionary person of sub-continent, who played a significant role to explain revolutionary ideas of Shah Waliullah Dehlavi. His unique and exclusive revolutionary ideas were un-acceptable for many of contemporary Ulama, scholars and traditional Religious leadership. One of his ideas about status and destination of non Muslims in here after which were not well preached about Islam was different from others. His idea was that non Muslim who had not received the message of Islam properly will not be punished in here after.

This article may support to understand Maulana Ubiadullah Sindhi's significant point of view and supports confidence building measures between multi religious global village. This is the requirement of our age.

تمہید:

مولانا عبید اللہ سندھی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، برصغیر میں گذشتہ صدی میں قرآن مجید کی تفسیر اور قرآن فہمی کے

حوالے سے جو نام لئے جا سکتے ہیں ان میں مولانا سندھی کا نام فہرست میں سب سے اونچے مقام پر نظر آئے گا۔ علمی اور سیاسی میدان میں مولانا سندھی ایک خاص فکر و نظر کے مالک ہیں اور ان کے تفردات مشہور ہیں انہی تفردات میں سے ایک کا ذکر ہم یہاں کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق قرآن مجید کی ہی ایک آیت سے متعلق اور تبلیغ دین سے اس کا تعلق ہے، لیکن اس تفرد کے حوالے سے گفتگو کرنے سے پہلے مختصرا مولانا سندھی کے حالات زندگی پر ایک نظر ڈال لینا چاہئے، جس سے ان کی افکار و خیالات کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

مولانا سندھی کے حالات زندگی

ولادت: مولانا عبیداللہ سندھی سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیانوالی میں 12 محرم 1289ھ مطابق 10 مارچ 1872ء بہ شب جمعہ پیدا ہوئے۔ ان کے والد چار ماہ قبل فوت ہو چکے تھے، دو سال بعد دادا بھی فوت ہو گئے تو ان کی والدہ ان کو ننھیال میں لے گئیں۔ یہ ایک خالص سکھ خاندان تھا مولانا سندھی کے نانا کی ترغیب پر ہی ان کے والد سکھ بن گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم اور مطالعہ اسلام

مولانا سندھی کی تعلیم 1878ء میں جام پور کے اردو مڈل اسکول میں شروع ہوئی۔ 1884ء میں اسکول کے ایک آریہ سماج لڑکے کے ہاتھ سے "تحفۃ الہند" نامی کتاب ان کو ملی اس کا مسلسل مطالعہ کیا، چند ہندو دوستوں کے ذریعہ سے جو قریبی پرائمری اسکول کوٹلہ مغلاں میں پڑھتے تھے اور "تحفۃ الہند" کے گرویدہ تھے مولانا محمد اسماعیل شہید کی کتاب "تقویۃ الایمان" مولانا سندھی کو ملی۔ اس کے مطالعہ سے توحید اور پرانک شرک ان کی سمجھ میں اچھی طرح سے آ گئے۔ اس کے بعد مولوی محمد صاحب لکھوی کی کتاب "احوال الآخرۃ" پنجابی، ایک مولوی صاحب سے ان کو ملی۔ اب مولانا سندھی نے نماز سیکھ لی اور اپنا نام تحفۃ الہند کے مصنف کے نام پر عبیداللہ خود تجویز کیا۔ احوال الآخرۃ کا بار بار مطالعہ اور تحفۃ الہند کا وہ حصہ جس میں نومسلموں کے حالات لکھے ہیں ان کے جلدی اظہار اسلام کا باعث بنیں۔

اظہار اسلام

1887ء میں مڈل کی تیسری جماعت میں جب پڑھتے تھے تو اظہار اسلام کیلئے گھر چھوڑ دیا اور توکلا علی اللہ 15 اگست 1886ء کو نکل کھڑے ہوئے ان کے ساتھ کوٹلہ مغلاں کا ایک رفیق عبدالقادر تھا۔ یہ دونوں عربی مدرسہ کے ایک طالب علم کے ساتھ کوٹلہ رحم شاہ ضلع مظفر گڑھ میں پہنچے، 9 ذی الحجہ 1304ھ کو مولانا سندھی کی سنت تکبیر ادا ہوئی۔ جب کچھ روز بعد ان کے اعزہ تعاقب کرنے لگے تو آپ سندھ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور عربی صرف کی کتابیں اس عربی مدرسے کے طالب علم سے راستے میں ہی پڑھنا شروع کر دیں۔

سید العارفین کی صحبت

مولانا سندھی، سندھ میں حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈی والے کی خدمت میں پہنچے جو اپنے وقت کے جنید اور سید العارفین جانے جاتے تھے، چند ماہ ان کی صحبت میں رہے، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ایک پیدائشی مسلمان کی طرح اسلامی معاشرت،

مولانا سندھی کی فطرت ثانیہ بن گئی۔

حافظ صاحب نے ایک روز مولانا سندھی کے سامنے اپنے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ "عبیداللہ نے اللہ کیلئے ہم کو اپنا ماں باپ بنایا ہے" اس بات کا اثر خاص طور پر مولانا سندھی کے دل پر ہوا اور بقول مولانا سندھی "میں انہیں اپنا دینی باپ سمجھتا ہوں اور محض اس لئے سندھ کو مستقل وطن بنایا بن گیا" (۱)

حافظ صاحب نے مولانا سندھی کیلئے خاص دعا فرمائی کہ "خدا کرے کہ عبیداللہ کا کسی راسخ عالم سے پالا پڑے" مولانا سندھی کے قول کے مطابق اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل سے انہیں مولانا شیخ الہند کی خدمت میں پہنچادیا۔ (۲)

سید العارفین کے خلیفہ سے ملاقات

مولانا سندھی بھر چونڈی سے رخصت ہو کر ریاست بہاولپور کے دیہاتی مساجد میں ابتدائی عربی کتابیں پڑھتے رہے اس نقل و حرکت میں دین پور پہنچے جہاں حافظ محمد صدیق صاحب کے خلیفہ اول مولانا ابوالسراج غلام محمد صاحب رہتے تھے۔ ہدایۃ النحو تک کتابیں یہیں پڑھیں۔ خلیفہ صاحب نے مولانا سندھی کی والدہ کو خط لکھوایا وہ وہاں پہنچیں اور مولانا کو واپس لے جانے کیلئے بہت زور لگایا مگر مولانا سندھی واپس نہیں گئے۔ دین پور سے متصل خانپور سے کوٹلہ رحم شاہ آئے وہاں ایک طالب علم سے ہندوستانی مدارس عربیہ کا حال معلوم ہوا اور مولانا سندھی مظفر گڑھ اسٹیشن سے ریل میں سوار ہو کر سیدھے دیوبند پہنچے۔

دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند میں صفر 1306ھ کو داخل ہوئے پانچ مہینے وہاں رہ کر قطبی تک منطق کے رسائل متفرق اساتذہ سے اور شرح جامی مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے پڑھی پھر حکمت و منطق کی کتابیں جلد ختم کرنے کے لئے چند ماہ مولانا احمد حسن کانپوری کے مدرسے میں چلے گئے اور پھر چند ماہ مدرسہ عالیہ رام پور میں مولانا ناظر الدین صاحب سے کتابیں پڑھیں پھر دوبارہ صفر 1307ھ کو دیوبند لوٹ آئے۔

دیوبند میں دو تین ماہ مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے پڑھتے رہے اس کے بعد مولانا شیخ الہند کے درس میں شامل ہو گئے۔ اسی سال رمضان شریف میں اصول فقہ کا ایک رسالہ تحریر کیا جسے مولانا شیخ الہند نے پسند فرمایا۔ مولانا سندھی لکھتے ہیں کہ "اس رسالے میں بعض مسائل اس طرح تحریر کئے جن میں جمہور اہل علم کے خلاف محققین کی رائے کو ترجیح دی تھی۔ مثلاً تاویل المتشابہات ناممکن الحصول نہیں بلکہ راسخین فی العلم انہیں علم سے جانتے ہیں" (۳)

شوال 1307ھ میں مولانا سندھی تفسیر بیضاوی اور دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ جامع ترمذی مولانا شیخ الہند سے پڑھی اور سنن ابی داؤد مولانا رشید احمد صاحب سے پڑھنے گنگوہ چلے گئے۔

وہاں سے بیمار ہو کر دہلی آئے اور علاج سے فائدہ ہونے کے بعد حدیث کی باقی کتابیں مولوی عبدالکریم صاحب پنجابی دیوبندی سے پڑھیں، مولوی عبدالکریم صاحب، مولانا قاسم نانوتوی صاحب اور مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے غیر معروف محقق

شاگرد تھے۔ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ مولانا سندھی نے چار چار دن میں ختم کیں اور سراجی صرف دو گھنٹے میں ختم کر لی۔

دہلی کے قیام کے دوران مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کے خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں دو اسباق ان سے سنے۔

سندھ واپسی

جمادی الثانی 1308ھ میں مولانا سندھی واپس سندھ پہنچے مولانا سندھی کے بھرچونڈی پہنچنے سے دس دن پہلے حافظ محمد صدیق صاحب وفات پا چکے تھے۔ مولانا سندھی شوال 1308ھ میں حافظ صاحب کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسن تاج محمود صاحب کے پاس امروٹ چلے گئے۔ انہوں نے اپنے مرشد کا وعدہ پورا کر دکھایا اور مولانا سندھی کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے انہوں نے مولانا سندھی کی شادی کروائی۔ ان کی والدہ کو بلوایا جو کہ اخیر وقت تک مولانا سندھی کے طرز پر رہیں۔ مولانا سندھی کے مطالعہ کے لئے بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا، جہاں 1315ھ تک مولانا سندھی اطمینان سے مطالعہ میں مصروف رہے۔

کتب خانہ پیر جھنڈا

ضلع حیدرآباد کے ایک گاؤں پیر جھنڈا سے راشدی طریقہ کے پیر صاحب العلم کے پاس علوم دینیہ کا کتب خانہ تھا۔ مولانا سندھی دوران مطالعہ وہاں جاتے رہے اور کتابیں مستعار بھی لاتے۔ مولانا سندھی کے تکمیل مطالعہ میں اس کتاب خانے کے فیض کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ ان کے علاوہ وہاں مولانا رشید الدین صاحب العلم الثالث کی صحبت سے بھی مستفید ہوئے۔ ذکر اسماء الحسنٰی، مولانا سندھی نے انہیں سے سیکھا۔ وہ دعوت توحید و جہاد کے ایک مجدد تھے۔

مولانا سندھی کی پیر جھنڈے میں مولانا ابوالتراب رشد اللہ صاحب العلم الرابع سے علمی صحبتیں بھی رہیں۔ مولانا رشد اللہ صاحب علم حدیث کے بڑے جید عالم اور صاحب تصانیف تھے۔

مولانا سندھی کی علمی تحقیقات کا مرکز

قرآن مجید کی تفسیر اور فقہ و حدیث کی تحقیق و تطبیق میں مولانا قاسم نانوتوی سے شروع کر کے شاہ ولی اللہ دہلوی تک سلسلہ علماء مولانا سندھی کا رہبر بنا اور ان کو ہی انہوں نے اپنا امام بنایا۔

مولانا سندھی کو اپنی علمی و سیاسی ترقی میں اس سلسلہ علماء سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس سے ان کی تمام کوششیں ایک اصول پر منظم ہو گئیں اور وہ اسلام کی فلاسفی سمجھنے کے قابل ہو گئے۔

مولانا سندھی لکھتے ہیں: میں نے دہلی میں "قبلہ نما" کا مطالعہ کیا اس کے معارف میری روح میں پیوست ہو گئے۔ حدیث کی تحقیق میں حجۃ اللہ کا تعارف مولانا شیخ الہند نے کرایا تھا آخر میں اس طرح کے مطالعہ سے مجھے اطمینان نصیب ہوا۔ میں نے طلباء کو حجۃ اللہ البالغہ پڑھائی اور کافی عرصہ بعد حضرت شیخ الہند سے پڑھی۔ (۴)

مولانا سندھی کا سیاسی میلان

مولانا محمد اسماعیل شہید کی سوانح عمری کے مطالعے سے مولانا سندھی کا قلبی تعلق مولانا شہید سے پیدا ہو چکا تھا۔ بچپن میں

خاندانی عورتوں کی صحبت میں انقلاب پنجاب کی تکلیف دہ حالات سے دماغ بھرا ہوا تھا۔ دیوبند کی طالب علمی نے سقوط دہلی سے متعلق بہت سے واقعات اور حکایات سے ان کو آشنا کیا مولانا عبدالکریم پنجابی نے سقوط دہلی کی تاریخ کا آنکھوں دیکھا حال بتایا تو ان کے ذہن میں ایک قسم کا انقلاب آیا پہلے وہ جو کچھ لاہور کے لئے سوچتے تھے اب دہلی کیلئے سوچنے لگے۔

مولانا شہید کے مکتوبات سے ایک مضمون لے کر مولانا سندھی نے اپنا مختصر سیاسی پروگرام ترتیب دیا جو کہ اسلامی بھی تھا اور انقلابی بھی مگر ہندوستان کے باہر مسلمانوں کی تحریک سے اسے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مولانا سندھی نے حجۃ اللہ پڑھنے والے جماعت کو اس میں شامل کر لیا اور آہستہ آہستہ اپنے خیال کے موافق کام شروع کر دیا۔

1315ھ میں دیوبند میں مولانا شیخ الہند سے بعض مسائل جہاد کے ضمن میں اس جماعت کا ذکر ہوا مولانا شیخ الہند نے اسے بہت پسند فرمایا اور چند اصلاحات کا مشورہ دے کر اسے اتحاد اسلامی کی ایک کڑی بنا دیا۔ اس کے بعد مولانا سندھی کے تمام تعلیمی اور سیاسی مشاغل مولانا شیخ الہند سے وابستہ رہے۔

دارالرشاد پیر جھنڈہ

امروٹ واپس آکر مولانا سندھی نے مطبع قائم کیا اور دو سال تک چلایا بعض نایاب عربی اور سندھی کتابیں طبع ہوئیں اور ایک ماہنامہ "ہدایت الاخوان" چھپتا رہا۔ اس کے بعد مدرسہ بنانے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ مدرسے کے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس لئے دوسری جگہ کی تلاش ہوئی۔ مولانا رشد اللہ صاحب العلم الرابع نے 1319ھ میں مولانا سندھی کی تجویز کے موافق مدرسہ بنانے کا ارادہ کیا اور اس مدرسہ کا نام بھی مولانا سندھی کی تجویز کے مطابق "دارالرشاد" مقرر ہوا۔ مولانا سندھی سات سال تک علمی و انتظامی کامل اختیارات کے ساتھ کام کرتے رہے۔ اکابر علماء میں سے "مدرسہ دارالرشاد" میں مولانا شیخ الہند اور مولانا شیخ حسین بن محسن یمانی امتحان لینے کیلئے تشریف فرما ہوئے۔

اسی مدرسہ میں سندھ کے اکابر علماء سے مولانا شیخ الہند کی ملاقاتیں ہوئیں اور سندھ کے علماء کو منظم اور جمع کرنے کیلئے "السواد الاعظم" کے نام سے جماعت قائم کرنے کا مشورہ ہوا۔

مولانا سندھی اپنی کتاب "التمہید" میں لکھتے ہیں

> لما جاء شيخنا الى دار الرشاد اجتمع كثير من الشيوخ الراشدية لملاقاته فرجع الشيخ راضيا عنهم و شرعنا فى تنظيم علماء السند فى جمعية السواد الاعظم وسعىٰ فى ذلك الشيخ محمد صادق السندى سعيا بليغا...
>
> "جب ہمارے شیخ (یعنی شیخ الہند) دارالرشاد آئے تو ان کی ملاقات کے لئے راشدی شیوخ میں سے بہت سارے تشریف فرما ہوئے پھر شیخ الہند ان سے راضی خوشی رخصت ہوئے۔ پھر ہم نے جمعیت السواد الاعظم میں سندھ کے علماء کو منظم کرنے کا کام شروع کیا اور اس سلسلے میں مولانا محمد صادق سندھی نے بے انتہا کوششیں کیں" (٥)

اس جمعیت ''السواد الاعظم'' کے تحت 1325ھ مطابق 1907ء میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں ایک فقہی مجلس قائم کی گئی تھی جس میں بلا لحاظ تمام مسالک کے علماء ومفتیان سندھ شامل تھے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔مولانا عبداللہ بانی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی بصدر مفتی۔ 2۔مولانا ابو الکرم عبدالکریم درس

3۔مولانا محمد صادق۔ 4۔مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ۔ 5۔مولانا محمد عثمان لاسی

6۔مولانا عبدالحق ہالائی۔ 7۔مولانا عبدالکریم افغان 8۔مولانا محمد صالح

9۔مولانا احمد بخاری سوڈھ۔ 10۔مولانا محمد صدیق 11۔مولانا محمد۔

اس انجمن نے جو فتاوی جاری کئے ان کے دو رجسٹر (1325ھ سے 1329ھ مطابق 1907ء - 1911ء) آج بھی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔(۶)

''جمعیت الانصار'' کا قیام

1327ھ میں مولانا سندھی کو حضرت شیخ الہند نے دیوبند طلب کیا اور دیوبند میں رہ کر کام کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ سندھ کا تعلق بھی قائم رہے گا۔ مولانا سندھی چار سال تک جمعیت الانصار میں کام کرتے رہے۔ مولانا سندھی لکھتے ہیں کہ ''اس جمعیت کی تحریک تاسیس میں مولانا محمد صادق صاحب سندھی اور مولانا ابو محمد احمد لاہوری اور عزیزی مولوی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے''(۷)

نظارۃ المعارف دہلی

دیوبند میں رہ کر کام کرنے کے دوران دیوبندی علماء کی جماعت دو حصوں میں بٹ گئی اور علمی وعملی معاملات میں اختلاف پیدا ہوگیا جن میں سے ایک علمی مسئلہ کو ہم آگے ذکر کریں گے۔ شیخ الہند کے ارشاد کے مطابق مولانا سندھی دہلی منتقل ہوئے۔ 1331ھ میں نظارۃ المعارف قائم ہوئی جس کے سرپرستوں میں شیخ الہند کے ساتھ حکیم اجمل خان اور نواب وقار الملک بھی شریک تھے۔ دہلی میں مولانا سندھی کی ملاقات ڈاکٹر انصاری، اوران کے ذریعہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی جوہر سے ہوئی۔

ہجرت کابل

1333ھ میں شیخ الہند کے حکم سے کابل پہنچے۔ سات سال تک حکومت کابل کی شرکت میں اپنا ہندوستانی کام کرتے رہے۔ 1922ء میں امیر امان اللہ خان کے دور میں مولانا سندھی نے کانگریس کمیٹی کابل بنائی جس کا الحاق ڈاکٹر انصاری کی کوششوں سے کانگریس کے گیا سیشن نے منظور کرلیا، برٹش ایمپائر سے باہر یہ پہلی کانگریس کمیٹی تھی اور مولانا سندھی اس کے پہلے پریذیڈنٹ تھے۔

روس کا سفر

مولانا سندھی 1923ء میں سات مہینے ماسکو میں رہے اور اپنے نوجوان رفیقوں کی مدد سے سوشلزم کا مطالعہ کرتے رہے۔ اس مطالعہ کا نتیجہ مولانا سندھی کے الفاظ میں کچھ یوں ہے۔

"میرے اس مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ میں اپنی مذہبی تحریک کو جو امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفے کی شاخ ہے اس زمانے کے لادینی حملے سے محفوظ کرنے کی تدابیر سوچنے میں کامیاب ہوا" (۸)

ترکی

1923ء ہی میں مولانا سندھی ترکی پہنچے اور تین سال تک ترکی میں رہے۔ وہاں مولانا سندھی نے تحریک اتحاد اسلام کا تاریخی مطالعہ کیا۔ بقول مولانا سندھی "مجھے مستقبل قریب میں اس کا کوئی مرکز نظر نہیں آیا اس لئے میں نے ترکوں کی طرح اپنی اسلامی مذہبی تحریک کو انڈین نیشنل کانگریس میں داخل کرنا ضروری سمجھا اور کانگریس میں اپنے اصول کی ایک پارٹی کا پروگرام چھاپ دیا۔(۹)

مکہ معظمہ

صفر 1345ھ میں مولانا سندھی مکہ معظمہ میں پہنچے وہاں علماء مکہ سے استفادہ کیا۔ تقریباً 12-13 سال مولانا سندھی قرآن مجید اور شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا بنظر عمیق مطالعہ کرتے رہے۔

اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ "اگر مجھے موقع دیا جائے تو میں امام ولی اللہ کی حکمت کا ایک ایسا اسکول قائم کرسکتا ہوں جس میں (الف) قرآن عظیم (ب) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسنت خلفاء راشدین (ج) تاریخ اسلام کی پوری عقلی تشریح ممکن ہو۔ اس کے بعد تمام مذاہب عالم اور ان کی کتب مقدسہ کی تحقیق وتطبیق اس اصول پر آسان ہو جائے۔" (۱۰)

وطن واپسی

1936ء سے مولانا سندھی کی وطن واپسی کی کوششیں شروع ہوئی جس کی ابتداء انڈین نیشنل کانگریس نے کی اور مولانا سندھی کے تمام متعلقین اس کی تائید کرتے رہے۔ بالآخر 1939ء میں مولانا سندھی واپس وطن پہنچے، کراچی بندر پر مولانا سندھی کا شاندار استقبال ہوا۔

ہندوستان میں پروگرام

ہندوستان واپس آکر مولانا سندھی کا محبوب مشغلہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ دین کی تعلیم واشاعت رہا، دین کی تعلیم وتبلیغ کی تڑپ ان کو بے قرار کئے ہوئے تھی کبھی لاہور تو کبھی دہلی، تو کبھی کراچی، ان آخری چند سالوں میں جو کہ ان کے ضعیفی کے سال ہیں وہ ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھے۔

وفات

بالآخر یہ علم وعمل کے پیکر 22 اگست 1944ء کو دین پور میں اپنی صاحبزادی کے ہاں راہی ملک عدم ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

مولانا سندھی کے اس تذکرے سے ہمیں ان کے علمی موقف کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے جس کا ذکر آرہا ہے۔ جسے جمہور علماء اسلام کے خلاف مولانا سندھی کا تفرد سمجھا جاتا ہے۔

تبلیغ دین

دین کی تبلیغ و دعوت پہنچانے کے حوالے سے قرآن مجید میں بے شمار آیات مذکور ہیں۔جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

> یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔
>
> ترجمہ:"اے رسول پہنچادے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام"(۱۱)
>
> و اوحی الیّ ھذا القرآن لانذر کم بہ و من بلغ۔
>
> ترجمہ:اور اترا ہے مجھ پر یہ قرآن تاکہ تم کو اس سے خبر دار کروں اور جس کو یہ پہنچے۔(۱۲)
>
> وما علی الرسول الا البلغ المبین۔
>
> ترجمہ:"اور پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچادینا کھول کر"(۱۳)

اس بلاغ اور تبلیغ کے متعلق جمہور علما کی رائے یہ ہے کہ دین کی تبلیغ ہو چکی ہے۔اب اگر کوئی اسلام قبول نہیں کرتا تو اس کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ نجات کا حقدار نہیں ہے۔اپنے سابقہ دین پر عامل رہنا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔(۱۴)

مولانا عبیداللہ سندھی کا موقف

مولانا عبیداللہ سندھی کہتے ہیں کہ"جب ایسا شخص مخالفت کرے جسے قرآن پہنچ چکا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی اسے پوری پوری سزا دیتا ہے اور جس آدمی کو اس قرآن کی تبلیغ نہیں پہنچی یہ سزا اس کو نہیں دی جائے گی۔"(۱۵)

مولانا سندھی کی اس رائے کو مولانا کا تفرد سمجھا جاتا ہے اور اس سلسلے میں مولانا سندھی کو بیحد تکلیف اٹھانا پڑی تھی۔جس کا اشارۃً انہوں نے ذکر کیا ہے۔(۱۶)

مولانا سندھی کی اسی رائے کو بنیاد بناتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام نے ان کا مدرسے سے اخراج کیا تھا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس کو کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

> "۔۔۔خبریں ملتی رہیں کہ آج کل دارالعلوم میں مولانا عبیداللہ سندھی کا مقدمہ پیش ہے۔دارالعلوم کے اساتذہ ان سے ایک خاص مسئلہ پر بحث و مباحثہ کر رہے ہیں۔۔۔تبلیغ کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اساتذہ میں مجھے جہاں تک خیال ہے بجز حضرت شیخ الہند کے سب ہی موجود تھے۔۔۔تقریر کرنے والوں میں ایک تو مولانا شبیر احمد عثمانی اور خود مولانا سندھی تھے اور تیسرے مقرر غالباً مولوی غلام رسول مرحوم استاذ فلسفہ و منطق تھے۔مولوی عبیداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر جہاں تک خیال آتا ہے۔یہ فرمایا کہ قرآنی آیت لانذرکم بہ ومن بلغ (تاکہ ڈراؤں میں تم لوگوں کو اور ان لوگوں کو جن تک بات پہنچی) اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ان سے مؤاخذہ اسلام کے نہ قبول کرنے پر نہیں ہوگا۔اب آگے پورے طور پر یاد

> نہیں رہا کہ انہوں نے کیا کہا، کچھ ایسا خیال آتا ہے کہ اپنے اس خیال کے متعلق یہ کہتے ہوئے کہ عام علماء کی یہ رائے نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک تبلیغ عام فرد تک ہو چکی ہے اس لئے عدم تبلیغ کا عذر کسی قوم یا فرد کیلئے باقی نہیں رہا ہے۔۔۔ دیکھا کہ مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم غصہ میں ان کے خیال پر تنقید فرما رہے ہیں۔ ان کے بعد مولانا غلام رسول صاحب مرحوم نے تقریر کی تھی، ان کی تقریر کا یہ فقرہ بھولا نہیں جاتا، کہا تھا کہ یہ مولانا عبیداللہ سندھی اگرچہ ہماری جماعت کے ایک فرد ہیں لیکن جب کوئی عضو سڑ جاتا ہے تو کاٹ دیا جاتا ہے اس طرح ہماری جماعت سے یہ الگ کر دیئے گئے۔۔۔ یاد پڑتا ہے کہ مولانا عبیداللہ صاحب جس وقت تقریر فرما رہے تھے تو کچھ آبدیدہ سے تھے" (۱۷)

شیخ الہند مولانا محمود حسن کی رائے

مولانا شیخ الہند اس مجلس میں موجود نہیں تھے جس کا تذکرہ مولانا گیلانی نے کیا ہے۔ مولانا گیلانی نے ایک دو دن کے بعد شیخ الہند کے درس ترمذی میں اس مسئلہ کو اٹھایا کہ مسئلہ تبلیغ میں جو اختلاف اس وقت رونما ہوا ہے۔ شیخ الہند کا خیال اس بات میں کیا ہے؟

بقول مولانا گیلانی: "شیخ الہند ذرا سنبھل کر متوجہ ہوئے اور ایک ایسی شستہ اور رفیع تقریر اس مسئلہ پر فرمائی" جو مولانا گیلانی کے نزدیک حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ شیخ الہند نے جو فرمایا اس کا خلاصہ مولانا گیلانی کے الفاظ میں کچھ یوں ہے۔

> "تبلیغ اور مواخذہ ان دونوں کی حیثیت کلی مشکک جیسی ہے مثلاً ارشاد ہوا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تبلیغ جس رنگ میں ہوئی تھی ظاہر ہے کہ وہی رنگ اس تبلیغ کا نہیں ہو سکتا جو ہمارا اور آپ کا ہے۔ صدیق اکبرؓ براہ راست نبوت کبریٰ کے محرم اسرار تھے جو قرب ان کو حاصل ہوا تھا یقیناً آج کل کے ایک عامی مسلمان کو وہ میسر نہیں ہے"

اسی طرح حق تعالیٰ کے مواخذہ و گرفت کی نوعیت بھی ایک جیسی نہیں ہے آخر ابوجہل پر حجت جس طرح پوری ہوئی تھی اور اسی بنیاد پر جس مواخذہ کا وہ مستحق ہوا، یہی نوعیت ان لوگوں کے مواخذہ کی کیسی ہو سکتی ہے۔ جنہیں ابوجہل کی نشانیاں میسر نہیں۔

اس تمہیدی مقدمے کو سمجھانے کے بعد فرمایا گیا کہ بس اجمالی عقیدہ یہ رکھنا چاہئے کہ ہر شخص کا مواخذہ اس کی تبلیغ کی نوعیت کے ساتھ وابستہ ہے جس حد تک تبلیغ ہوئی ہے اسی حد تک اس سے مواخذہ بھی ہوگا۔ یہ بالکل ممکن ہے ایک شخص ہندوستان یا عرب ہی میں رہتا ہو لیکن اس کے خاص حالات کی وجہ سے دین حق کا پیغام اس شخص تک اس رنگ میں نہ پہنچے جس رنگ میں یورپ یا امریکہ کے کسی ایسے شخص تک پہنچا ہو جس نے باضابطہ اسلام اور اسلامی تعلیمات، اسلامی کتابوں سے مطالعہ کیا ہو۔

الغرض انفرادی طور پر یہ بات کہ تبلیغ کے کس درجہ کی ہوئی ہے حق سبحانہ وتعالیٰ ہی اسے جانتے ہیں اور مواخذہ بھی وہی اپنے علم کے مطابق کریں گے۔

تفصیلی علم تو اس کا خدا ہی کو ہے ہمارے لئے اتنی اجمالی بات کافی ہے کہ جسے جس حد تک تبلیغ ہوئی ہے اسی حد تک اس سے

مؤاخذہ ہوگا۔ اشخاص کو متعین کر کے یہ بتانا آدمی کیلئے ناممکن ہے کہ کس درجہ کی تبلیغ ہوئی ہے اور جس تبلیغ کے مدارج کا تفصیلی علم نہیں ہوسکتا تو مؤاخذہ کی تفصیل بھی ہم کیسے کر سکتے ہیں۔ (۱۸)

شاہ ولی اللہ دہلوی کا موقف

شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں "باب اقتضاء التکلیف المجازاۃ" (مکلف ہونا جزا و سزا کا باعث ہے) میں انسان اپنے اعمال کے اعتبار سے جزا و سزا کے حقدار ہوں گے ان کے چار صورتیں ذکر کی ہیں۔

جزا و سزا کی چوتھی صورت کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ:

فلاتکون الا بعد بعثۃ الانبیاء و کشف الشبھۃ وصحۃ التبلیغ (لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ)

ترجمہ: "(چوتھی قسم کی جزا و سزا) تو وہ اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ انبیاء مبعوث نہ ہو جائیں اور (لوگوں کے) شکوک و شبہات دور نہ ہو جائیں اور تبلیغ اچھے طریقہ سے نہ ہو جائے: "تاکہ جسکو (گمراہ) ہلاک ہونا ہو وہ (اتمام حجت کے بعد) دلائل دیکھ کر (دانستہ) ہلاک ہو اور جس کو (ہدایت پاکر) زندہ ہونا ہو تو وہ بھی دلائل دیکھ کر (علی وجہ البصیرت) زندہ ہو" (۱۹)

مجدد الف ثانی کا موقف

شاہ ولی اللہ سے پہلے مجدد الف ثانی بھی اسی بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ جن لوگوں کو ابلاغ مکمل طریقے سے نہیں ہوا تو وہ ابدی طور پر جہنم کے حقدار نہیں ہوں گے۔

"فقیر پر یہ بات نہایت ناگوار گذرتی ہے کہ حق تعالیٰ باوجود اپنی کمال رأفت و رحمت کے بغیر اس بات کے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ذریعہ ابلاغ فرمائے صرف عقل کے اعتبار پر جس میں غلطی اور خطا کی مجال ہے اپنے بندے کو ہمیشہ کیلئے دوزخ میں ڈالے۔ اور ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار کرے۔۔۔۔۔

نہ معلوم کیوں ہمارے اصحاب ماتریدیہ نے۔۔۔۔۔ پہاڑ کی بلندی پر رہنے والے بت پرست کو۔۔۔۔۔ اگرچہ اس کو پیغمبر کی دعوت نہیں پہنچی اور ان دونوں (یعنی وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت) میں نظر و غور کے ترک کرنے پر اس کے لئے کفر اور خلود فی النار کا حکم دیا ہے، لیکن ہم بلاغ مبین اور حجۃ بالغہ کے بغیر جو پیغمبروں کے ارسال کرنے پر وابستہ رہے۔ کفر اور خلود فی النار کا حکم دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل اللہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے لیکن حجیت میں ایسی حجت بالغہ نہیں ہے جس پر ایسا سخت عذاب مترتب ہو سکے۔" (۲۰)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا موقف

قدماء میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہاں بھی اس رائے کی تائید ملتی ہے۔

فما جعلہ اللہ لکل کتاب من الشرعۃ و المنھاج و المنسک لایمنع ان یکون الدین

واحد فالذین کانو یتمسکون بالتوراۃ و الانجیل قبل النسخ و التبدیل کانو اعلی دین الاسلام و ان کان لھم شریعۃ تختص بھم و کذلک المتمسکون بالانجیل قبل النسخ و التبدیل علی دین الاسلام و ان کان المسیح قد نسخ بعض مافی التوراۃ و احل لھم بعض الذی حرم علیھم و کذلک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعث بدین الاسلام و ان نسخ اللہ مانسخہ کالقبلۃ و من لم یتبع محمدا لم یکن مسلما بل کافرا و لا ینفعہ بعد ان بلغہ دعوۃ محمد التمسک بما یخالف ماامر بہ فان ذلک لایقبل منہ۔

''پس جو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ہر کتاب کیلئے شریعت ،منہاج اور طریقہ ،سو اس بات کے منافی نہیں کہ دین ایک ہو، پس جو لوگ کہ تھامے ہوئے ہیں تورات اور انجیل کو منسوخ اور تبدیل ہونے سے پہلے تو وہ دین اسلام پر ہی ہیں۔ چاہے ان کیلئے شریعت اور طریقہ جو کہ ان کے ساتھ خاص ہے اور اسی طرح جو انجیل جو پکڑے ہوئے اور اس سے وابستہ ہیں نسخ اور تبدیل سے پہلے تو وہ بھی دین اسلام پر ہی ہیں۔ پھر چاہے مسیح علیہ السلام نے بعض احکامات جو تورات میں ہیں منسوخ کر دیئے یا کچھ چیزیں جو ان پر حرام تھیں ان کے لے حلال کر دیں اور اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور اگر چہ اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا جو منسوخ کرنا تھا جیسا کہ مثال کے طور پر قبلے کا تبدیل کرنا ،اور جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرے گا تو وہ مسلم نہیں ہو سکتا بلکہ کافر ہوگا ،اور اس کو فائدہ نہ دے گا، اس بات کے بعد کہ پا سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تبلیغ پہنچ چکی اس بات سے وابستہ ہونا جو کہ اس کے مخالف ہو جس کا حکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور یہ چیز اس سے قبول نہیں کی جائے گی''(۲۱)

اس اقتباس میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے بلکہ واضح ہے کہ جب دعوت اور تبلیغ ہو چکی تو اب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہی قابل قبول ہے اور اور اگر اس کے مخالف ہو یعنی دعوت اور تبلیغ نہیں پہنچی تو جس صحیح بات کو وہ تھامے ہوئے ہیں وہی دین اسلام ہے۔

تفرد

یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ تفرد کسے کہتے ہیں اور کیا تفرد کی وجہ سے موقف میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

تفرد فرد سے نکلا ہے جس کے معنی اکیلے اور واحد کے ہیں اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر ہوتا ہے۔

(فرد) اللہ تعالیٰ و تقدس وھو الفرد وقد تفرد بالامر دون خلقہ... و الفرد فی صفات اللہ تعالیٰ ھو الواحد الاحد الذی لانظیر لہ و لامثل و لاثانی... و الفرد الوتر... و الفرید بغیر ھاء الجوھرۃ النفیسۃ کانھا مفردۃ فی نوعھا۔

''فرد، اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں جو کہ بلند اور مقدس ہے اور وہی اکیلا ہے اپنے حکم میں، کسی مخلوق کا محتاج نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں فرد اس اکیلے اور یکتا کو کہتے ہیں جس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں نہ ہی کوئی ثانی ہے اور فرد طاق کو کہتے ہیں اسی سے فرید آتا ہے بغیر حاء کے جس کے معنی نفیس اور قیمتی موتی کے ہیں۔ اپنی نوعیت میں اکیلا ہونے کی وجہ سے اسے فرید کہتے ہیں۔(۲۲)

یعنی مستقل رائے اور حیثیت رکھنے کو تفرد کہا جاتا ہے۔

شذوذ

تفرد کو شاذ کے معنی میں بھی لیا جاتا ہے جس کو لغت سے ایک گونہ تائید ملتی ہے چنانچہ ابن منظور لکھتے ہیں۔

(شذذ) شذعنہ یشذ ویشذ شذوذا انفرد عن جمہورہ.... شذ الرجل اذا انفرد عن اصحابہ وکذلک کل شیء منفرد فھو شاذ.

"لوگوں سے منفرد اور الگ ہونا شذوذ کہلاتا ہے اپنے ساتھیوں سے منفرد ہونے والے کو کہتے ہیں شذ الرجل اور اسی طرح ہر منفرد چیز شاذ کہلاتی ہے۔(۲۳)

لیکن کیا دونوں بالکل ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں یا ان میں کوئی باریک سا فرق بھی ہے۔؟

جیسا کہ فرد کی لغوی تعریف میں ذکر ہوا کہ فرد کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک پر ہوتا ہے اسی طرح منفرد و متفرد کا بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر اطلاق کیا جا سکتا ہے، لیکن کیا شاذ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر کسی حالت میں بھی کیا جا سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ جواب نہیں ہوگا۔ اسی سے یہ معلوم ہوگا کہ لغت میں ایک طرح کی ترادف کے باوجود شاذ اور فرد جس سے تفرد نکلا ہے کچھ فرق ضرور ہے۔

شاذ اصطلاح میں جمہور اور راجح کے خلاف رائے کو کہتے ہیں دوسرے لفظوں میں جو رائے مرجوح یا ضعیف اور کمزور ہو اور قاعدہ و قانون کے خلاف ہو اسے شاذ کہتے ہیں۔(۲۴)

اسی طرح جو خارج عن الجماعۃ ہو اس پر بھی شذوذ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا گیا۔

ید اللہ مع الجماعۃ و من شذ شذ الی النار.

"اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے اور جو کوئی شذوذ اختیار کرے گا جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا"(۲۵)

یہ حدیث ضعیف ہے۔

دوسری طرف یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ دین اسلام میں ترجیح کس بات کو ہے دلیل اور برہان کو یا لوگوں کے انبوہ اور جتھے کو جسے جمہور سے تعبیر کیا جائے؟۔

قرآن مجید دلائل اور براہین سے بھرا پڑا ہے۔ وہ دلیل اور برہان کی زبان میں بات کرتا ہے اور اسی کو طلب کرتا ہے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین.

"لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو"(۲۶)

قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کیلئے فرمایا گیا ہے۔

ان ابراهیم کان امة.

"ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات میں امت (یا جماعت و انجمن) تھے۔(۲۷)

اس کے علاوہ بھی انبیاء علیہم السلام کے واقعات و حالات جو کہ قرآن مجید میں مذکور ہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اکثریت تو انبیاء علیہم السلام کے خلاف تھی، تو جمہور کے مقابلے میں کیا انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور موقف شاذ کہلائے گا یا اسے تفرد کہہ کر رد کر دیا جائیگا۔ ظاہر ہے کہ دلیل کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کی بات جب مضبوط ہے تو وہی درست اور راجح ہے اور اس کے مقابلے میں جو رائے ہوگی چاہے اس کی طرف اکثریت ہو جیسا کہ تھی وہ مرجوح اور شاذ کہلائے گی۔

حدیث میں زید بن عمرو بن نفیل کے بارے میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ:

يبعث يوم القيامة أمة وحده.

"قیامت کے دن ان کو اٹھایا جائے گا اکیلے امت یا جماعت کی حیثیت میں"(۲۸)

سنن ترمذی کی اسی حدیث جس کو شذوذ کے سلسلے میں ذکر کیا گیا اس کے ضمن میں امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔

سمعت الجارود بن معاذ يقول سمعت علي بن الحسن يقول سألت عبدالله بن المبارک من الجماعة؟ فقال: ابوبکر و عمر.

"میں نے سنا جارود بن معاذ سے انہوں نے کہا میں نے سنا علی بن الحسن سے انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن المبارک سے پوچھا جماعت کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: ابوبکر و عمر جماعت ہیں"(۲۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کتاب النبوات میں لکھتے ہیں

وما احد شذ بقول فاسد عن الجمهور الا وفي الكتاب و السنة مايبين فساد قوله و ان كان القائل كثيرا كقول سعيد في ان المطلقة ثلاثا تباح بالعقد، فحديث عائشة في الصحيحين يدل على خلافه مع دلالة القرآن ايضا و كذلک غيره.

و أما القول الذي يدل عليه الكتاب و السنة فلايكون شاذا و ان كان القائل به اقل من القائل بذاک القول فلا عبرة بكثرة القائل باتفاق الناس.

"جو کوئی اپنے فاسد قول کے ساتھ جمہور سے علیحدہ کوئی رائے رکھتا ہوگا اور قرآن و سنت میں اس کے قول کا فاسد ہونا واضح ہوگا پھر چاہے اس کے قائل بہت سے ہوں جیسے کہ سعید بن المسیب کا قول کہ جس عورت کو تین طلاقیں مل چکی ہوں۔ فقط عقد نکاح سے (پہلے شوہر کے لئے) حلال ہوگی۔ صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث اس قول کے خلاف ہے اور قرآن کی دلالت بھی اس کے خلاف ہے اسی طرح دوسرے اقوال کا حال بھی یہی ہوگا۔

باقی وہ قول جس پر قرآن وسنت دلالت کرتے ہوں تو وہ شاذ ہو ہی نہیں سکتا چاہے اس کا قائل دوسرے اقوال کے کہنے والے سے بہت قلیل ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ لوگوں کی متفقہ رائے ہے کہ اکثریت کے قول کا اعتبار نہیں۔(یعنی جب دلائل اس کے خلاف ہوں)(۳۰)

خاتمہ

مسئلہ تبلیغ دین جس کا ذکر ہو چکا مولانا عبیداللہ سندھی کا تفرد سمجھا جاتا ہے اور اس حوالے سے انہیں کافی تکلیف اٹھانی پڑی، در حقیقت اس معنی میں تفرد ہے ہی نہیں کیونکہ اس رائے میں وہ اکیلے نہیں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کے حوالے سے مذکور ہو چکا، اور نہ ہی اسے شذوذ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ مولانا سندھی کے موقف کی تائید، دلائل و براہین سے ہوتی ہے جن پر قرآن وسنت واضح دلالت کرتے نظر آتے ہیں۔

حواشی

۱۔خودنوشت حالات زندگی ص96

۲۔ایضاً ص97

۳۔ایضاً ص98، 99

۴۔ایضاً ص101

۵۔التمہید تعریف ائمۃ التجدید ص24

۶۔ماہنامہ الصادق کراچی ج4، ش7 8، ص47

۷۔خودنوشت حالات زندگی ص104

۸۔ایضاً،106

۹۔ایضاً ص107

۱۰۔ایضاً ص110 111

۱۱۔المائدہ:67

۱۲۔الانعام:19

۱۳۔النور:54

۱۴۔تفسیر الطبری 45:2 46، 189 184

مزید دوسری تفاسیر بھی دیکھی جاسکتی ہیں لیکن بعد میں آنے والے تقریباً تمام مفسرین نے طبری سے ہی نقل کیا ہے۔

۱۵۔الہام الرحمن، ردیف موسیٰ جار اللہ اردو ترجمہ 23:2 34

۱۶۔الہام الرحمن، ردیف موسیٰ جار اللہ عربی 1:117

الہام الرحمن، ردیف مولانا محمد مدنی سندھی 101:1

۱۷۔امام دار العلوم میں بیتے ہوئے دن،138 139

۱۸۔ اسامہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن، 139 140

۱۹۔ حجۃ اللہ البالغہ 1:53 سورۃ الانفال آیت:42

۲۰۔ مکتوبات امام ربانی ج1 ص566 567 مکتوب نمبر 259

۲۱۔ کتاب الصفدیہ ج2 ص308

۲۲۔ لسان العرب 4:327 329

۲۳۔ ایضاً، 5:28

۲۴۔ معجم المصطلحات والالفاظ الفقہیہ 2:322 323
المعجم القانونی عربی۔ انگلیزی 201

۲۵۔ السنن الترمذی 4:40

۲۶۔ المائدہ:111

۲۷۔ النحل:120

۲۸۔ فتح الباری 8:538

۲۹۔ سنن ترمذی 4:40

۳۰۔ النبوات 1:593 594

کتابیات

۱۔ القرآن المجید

۲۔ الجامع الکبیر المعروف بسنن الترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی
تحقیق: بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی، بیروت ط 2، 1998، 1_6

۳۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری للحافظ ابن حجر العسقلانی، 1۔ 17 دار طیبہ الریاض المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ط اولیٰ 2005م 1426ھ

۴۔ حجۃ اللہ البالغہ: شاہ ولی اللہ الدہلوی، تحقیق: السید سابق، دار الکتب الحدیثۃ القاہرہ 1 2

۵۔ تفسیر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن لابی جعفر محمد بن جریر الطبری (224 310ھ) تحقیق: د/ عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی مرکز البحوث والدراسات العربیۃ الاسلامیۃ بدار ہجر، ط اولیٰ القاہرہ 1422ھ 2001م 1 24

۶۔ کتاب النبوات: شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحرانی م728ھ
تحقیق: د/ عبد العزیز بن صالح الطویان، وزارۃ التعلیم العالی الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ 1 2 الطبعۃ الاولیٰ 1402ھ
-2000م

۷۔ خود نوشت حالات زندگی مولانا عبید اللہ سندھی، مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی لاہور، اکتوبر 1955

۸۔ الہام الرحمن فی تفسیر القرآن، مولانا عبید اللہ سندھی، روایۃ موسیٰ جار اللہ، (عربی)
تحقیق: ابو سعید غلام مصطفیٰ القاسمی السندی حیدرآباد السندھ، ج 1

۹۔ الہام الرحمن فی تفسیر القرآن = مولانا عبید اللہ سندھی روایۃ مولانا محمد مدنی سندھی، سندھی، حیدرآباد سندھ ج1

۱۰۔ لسان العرب: لابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم الانصاری (630 711ھ) طبعۃ مصورۃ عن طبعۃ بولاق الدار المصریۃ للتالیف والترجمۃ القاہرۃ مصر

۱۱۔ مکتوبات امام ربانی۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، مترجم: قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی، اسلامی کتب خانہ لاہور 1 3

۱۲۔ المعجم القانونی عربی انگریزی، حارث سلیمان الفاروقی، مکتبہ لبنان ناشرون الطبعۃ 2001م بیروت

۱۳۔ معجم المصطلحات والالفاظ الفقہیۃ = د/محمود عبدالرحمن عبدالمنعم، دار الفضیلۃ، القاہرۃ مصر 1 2۔

۱۴۔ احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان محرم 1425ھ

۱۵۔ کتاب الصفدیۃ: شیخ الاسلام احمد بن عبدالسلام بن تیمیہ (م 728ھ) تحقیق: محمد رشاد سالم، دار الہدی النبوی مصر، ط، اولی 1421ھ 2000م

۱۶۔ ماہنامہ "الصادق" کھڈہ کراچی، سندھ سندھی

۱۷۔ التمہید لتعریف ائمۃ التجدید، علامہ عبیداللہ السندی، تحقیق: ابوسعید غلام مصطفیٰ القاسمی السندی، لجنۃ احیاء الادب السندی، جام شورو، ط، اولی 1396ھ 1976م

۱۸۔ الہام الرحمن، مولانا عبیداللہ سندھی، روایۃ موسیٰ جار اللہ، اردو ترجمہ: ناشر مولانا محمد معاویہ، ادارہ بیت الحکمۃ امام ولی اللہ دہلوی، کبیر والا، ملتان

ڈاکٹر محمد شکیل اوج کی نئی کتاب

تعبیرات

اس کتاب کے مضامین و مقالات یہ ہیں:

(۱) ایمان اور عمل صالح کا باہمی تلازم، (۲) ہدایت و ضلالت میں انتخاب کی آزادی، (۳) تعبیر نصوص کا قدیم اور جدید منہج، (۴) انسان کا ذہنی ارتقاء، (۵) قوم، امت اور ملت کے قرآنی اصطلاحات اور ہماری شناخت، (۶) مفہوم ولایت (اختلاف تراجم وتفاسیر کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)، (۷) کیا غیر مذاہب کے تمام پیروکار باطل پرست ہیں؟، (۸) اسلام میں ساقی طبقات (سورہ احزاب کی آیت ۳۲ کی روشنی میں)، (۹) عذاب الٰہی اور فطری حوادث کے مابین فرق و امتیاز، (۱۰) نفاذ شریعت کے قرآنی اصول، (۱۱) انسداد غلامی میں قرآن کا کردار، (۱۲) قتل عمد میں قصاص یا دیت، (۱۳) حقیقت ربا اور اس کی اطلاقی نوعیت، (۱۴) اسلامی ذبیحہ جدید فقہ الاقلیات کا ایک مسئلہ، (۱۵) ایڈز قرآن کریم کی روشنی میں، (۱۶) تحلیل بعد کی شرعی حیثیت، (۱۷) امام اعظم ابوحنیفہ کی قرآن فہمی کے چند نظائر، (۱۸) مسئلہ نسخ اور شاہ ولی اللہ دہلوی (آیت وصیت و وراثت کے مابین ایک تحقیقی جائزہ)، (۱۹) حج اکبر کا معنی و مفہوم، (۲۰) موت و حیات کا قرآنی و عربی تصور۔

فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ کراچی

صفحات: 352 قیمت: 600